تعزیراتِ اسلام

(۶)

از جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب

فصل دوم

ذرائع ثبوتِ جرمِ قطع الطریق

دفعہ ۲۲ | قطع الطریق (رہزنی) کا جرم اقرار یا شہادت کے ذریعہ ثابت ہوگا اور ان ذرائع کے تحت حدِ سرقہ میں جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس کا اعتبار یہاں بھی کیا جائے گا۔

فصل سوم

قطع الطریق کی سزا

دفعہ ۲۳ | (۱) جو فرد یا جماعت قطع الطریق کا ارتکاب کرے اس کو بتفصیل ذیل سزا دی جائے گی۔ پہلی چار سزاؤں کا اجرا بطورِ حدّ ہوگا۔ آخری دو سزاؤں کا حد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور حد کے اجراء سے حقوق العباد ساقط ہوں گے ورنہ نہیں[1]۔

۱۔ اگر مجرم نے صرف ڈرانے اور دھمکانے پر اکتفا کیا ہو تو اس کو پیٹنے کے بعد قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ سچی توبہ کرے یا مر جائے۔ سچی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ اُس سے نیک بن جانے کی علامات ظاہر ہوں[2]۔

---

[1] احکام القرآن للجصاص ص ۴۱۲ ج ۲۔

[2] ردالمحتار ص ۲۱۹ ج ۳۔

تشریح:- اس سزا کی بنیاد قرآن حکیم کی آیت "اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قطع الطریق کے مجرمین کو زمین سے نکال دیا جائے۔

زمین سے نکالنے کا مفہوم کیا ہے؟ بعض کے نزدیک مجرمین کو دارالاسلام سے نکالنا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہاں سے مجرمین کو نکالنا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر مجرم کو ارتکاب جرم کے علاقے سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ وہاں کے لوگوں کو ستائے گا، اس لیے ایسے لوگوں کو قید خانہ میں بند کر دینا چاہیے۔ یہی اُن کا زمین سے نکالنا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اسی مسلک کو اختیار فرمایا ہے[۱]۔

۲- (الف) اگر اس نے مال بقدر نصاب سرقہ لیا ہو تو اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں دونوں کاٹ دیے جائیں گے[۲] بشرطیکہ بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں سلامت ہوں۔ اگر یہ کٹے ہوئے یا ناکارہ ہوں تو قطع کی سزا ساقط ہو گی[۳]۔ البتہ دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کے قطع کے لیے اُن کا کسی عیب سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے[۴]۔ قطع کی ابتدا ہاتھ سے کی جائے گی اور اس کا خون بند کرنے کے بعد اس کا پاؤں کاٹا جائے گا۔ لیکن پاؤں کے قطع کے لیے ہاتھ کا زخم مندمل ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا[۵]۔

(ب) اگر اس نے مال بقدر نصاب سرقہ کر لینے کے ساتھ مستغیث کو زخمی بھی کیا ہو تو ہاتھ اور پاؤں جانب مخالف سے قطع کیے جائیں گے اور زخموں کا خون بہا باطل ہو گا[۶]۔ اس صورت میں بھی قطع کے لیے ہاتھ اور پاؤں کا سلامت رہنا ضروری ہے۔

۳- اگر مجرم نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو تو قاتل کو بطور حد قتل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ مقتول ایسا شخص ہو جس کا خون بہانا دائمی طور پر ممنوع ہو[۷]۔

---

[۱] ردالمحتار ص ۲۱۹ ج ۳ و معارف القرآن جلد ۳ [۲] در مختار ص ۲۱۹ ج ۳

[۳] بدائع الصنائع جلد ۷ مطبوعہ بیروت طبع ثانیہ ۱۳۹۴ھ و در مختار ص ۲۱۹ ج ۳۔ [۴] ایضاً

[۵] المغنی ص ۲۱۱ ج ۱۰ [۶] در مختار ص ۲۲۰ ج ۳

[۷] در مختار ص ۲۱۹ ج ۳

۴- (ا) اگر اس نے مال بقدر نصاب لینے کے ساتھ قتل بھی کیا ہو تو اس صورت میں قاضی کو اختیار ہے کہ وہ مندرجہ ذیل سزاؤں میں سے کوئی ایک جس کو وہ مناسب سمجھے مجرم پر نافذ کرے[1]

۱- ہاتھ اور پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے اور پھر اس کو قتل کرے۔

۲- ہاتھ اور پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے۔ پھر سولی دے۔

۳- ہاتھ اور پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے، پھر قتل کرے اور پھر سولی دے۔ یعنی تینوں سزاؤں کو جمع کر دے۔

۴- پہلے قتل کرے اور پھر سولی دے۔

۵- صرف قتل کرے۔

۶- صرف سولی دے۔

(ب) اگر عورت بھی قطع الطریق کے جرم کی مرتکب ہو تو اس کو سولی کی سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ باقی سزائیں حسب جرم دی جائیں گی[2]

(ج) جانب مخالف سے کاٹنے کا مطلب داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا ہے۔

سولی کا طریقہ

تشریح:- قتل اور سولی اگر دونوں کو جمع کیا جا رہا ہو تو ضروری ہوگا کہ پہلے قتل کیا جائے اور پھر سولی دی جائے۔ صرف سولی دینے کے لیے ضروری ہوگا کہ اس کو زندہ سولی پر لٹکایا جائے۔

سولی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے زمین میں ایک لکڑی گاڑ دی جائے۔ پھر نیچے ایک دوسری لکڑی عرضاً باندھ دی جائے جس پر مجرم دونوں پاؤں رکھے، پھر اس لکڑی کے اوپر تیسری لکڑی عرضاً باندھی جائے اور اس کے ساتھ مجرم کے ہاتھوں کو باندھ دیا جائے۔ پھر اس کی بائیں چھاتی پر برچھی مار کر اس کے پیٹ کو اندر سے خوب کاٹا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ پھر تین دن تک میت کو سولی پر لٹکتے رہنا دیا جائے۔ اس کے بعد ورثا اس کو لے جا کر دفن کر دیں۔ لیکن اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی[3]

---

[1] در مختار ص ۲۲۰ ج ۳ مطبوعہ مصر [2] در مختار ص ۲۲۱ ج ۳

[3] در مختار ص ۲۲۱ ج ۳

۵۔ اگر اس نے مال نصاب سرقہ سے کم لیا ہو اور ساتھ قتل بھی کیا ہو تو مجرم کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔[1]

۶۔ اگر اس نے نہ مال لیا ہو اور نہ قتل کیا ہو بلکہ زخمی کیا ہو تو اس پر جراحات کا قانون نافذ ہوگا۔ یعنی اگر زخموں کا قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا، ورنہ دیت کی صورت میں دیت، اور حکومتِ عدل کی صورت میں حکومتِ عدل وصول کی جائے گی۔[2]

دفعہ ۲۴ (ب) قطع الطریق کی پہلی چار سزاؤں میں اعانت کرنے والا اسی سزا کا مستحق ہوگا جس کا خود مرتکبِ فعل مستحق ہوتا ہے۔[3]

مثلاً رہزنوں میں سے اگر ایک نے کسی کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں اس پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا جو اس کے ساتھ ہوگی۔ اسی طرح اگر بعض نے مال لوٹا اور بعض نے قتل کیا تو ان سب کو قتل اور سولی دونوں سزائیں اگر حاکم مجاز چاہے تو دے سکتا ہے۔[4] اور اگر بعض نے مال لوٹا ہو اور بعض نے کچھ نہ کیا ہو تو بھی سب کو بطورِ حد قطع کی سزا دی جائے گی۔[5]

سزا قطع الطریق کے شواہد اور ائمہ اربعہ کا نقطۂ نظر

قطع الطریق کی پہلی چاروں سزاؤں کو بطورِ حد نافذ کیا جائے گا جن کی بنیاد قرآن حکیم کی اس آیت پر ہے۔

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ	یہی سزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے
وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ	رسول سے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرنے کو کہ
فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ يُصَلَّبُوٓاْ	ان کو قتل کیا جائے یا وہ سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے
أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ	جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا

[1] درمختار ص ۲۲۰ ج ۳ — [2] درمختار ص ۲۲۱ ج ۳

[3] درمختار ص ۲۲۰ ج ۳ مطبوعہ بولاق مصر نیز دیکھیے عالمگیری ص ۸۰ ج ۲ مطبوعہ نولکشور والمبسوط ص ۱۹۸ ج ۹

[4] المغنی لابن قدامہ ص ۳۰۹ ج ۱۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

[5] التشریع الجنائی ص ۶۶۲ ج ۲

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

دور کر دیے جائیں زمین سے - یہ اُن کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے - مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(مائدہ : ۳۴)

مذکورہ آیات میں لفظ " یُحَارِبُوْنَ " حرب سے ماخوذ ہے۔ اس کے اصل معنی سلب کرنے اور چھین لینے کے ہیں اور محاورات میں یہ لفظ سَلَم کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حرب کا مفہوم بدامنی پھیلانا ہے اور ظاہر ہے کہ اِکا دُکا چوری یا قتل و غارت گری سے امن عامہ سلب نہیں ہوتا بلکہ یہ صورت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ کوئی طاقت ور جماعت رہزنی اور غارت گری پہ کھڑی ہو جائے۔ اسی لیے فقہاء نے اس سزا کا مستحق اُس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکے ڈالے اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں ڈاکو یا باغی کہا جا سکتا ہے۔ عام انفرادی جرائم کرنے والے چور اور گرہ کٹ وغیرہ اس میں داخل نہیں ہیں[1]۔

آیت میں چار سزاؤں میں سے پہلی تین کو ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جو باب تفعیل سے مبالغہ کے لیے آتے ہیں اور تکرار فعل اور شدت فعل پہ دلالت کرتے ہیں۔ اور ان میں صیغہ جمع کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کا قتل یا سولی چڑھانا یا ہاتھ اور پاؤں کاٹنا عام سزاؤں کی طرح نہیں ہے کہ جس فرد پہ یہ جرم ثابت ہو صرف اسی کو سزا دی جائے، بلکہ یہ جرم ڈاکوؤں کی جماعت میں سے ایک سے بھی صادر ہو گیا ہو تو پوری جماعت کو قتل یا سولی یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی[2]۔ نیز اس طرز بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قتل اور سولی وغیرہ قصاص کے طور پہ نہیں

[1] تفسیر مظہری ص ۹۵ ج ۳ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی - [2] رد المحتار ص ۲۲۰ ج ۳

کہ اولیاء مقتول کے معاف کرنے سے معاف ہو جائے۔ بلکہ اس میں شدت پیدا کی گئی ہے کہ یہ ایک شرعی حد ہے جو کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتی۔

رہزنی کی مذکورہ چاروں سزائیں حرف " اَوْ " کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں جو چند چیزوں میں سے کسی کا اختیار دینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور تقسیم کار کے لیے بھی۔ اسی لیے صحابہؓ اور تابعین کی ایک جماعت حرف " اَو " کو اختیار دینے کے معنی میں لے کر اس طرف گئی ہے کہ ان چاروں میں امام کو اختیار ہے کہ وہ ڈاکوؤں کی قوت و شوکت اور جرائم کی شدت و خفت پر نظر کر کے ان کے حسب حال یہ چاروں سزائیں یا ان میں سے کوئی ایک جاری کرے۔ سعید بن مسیبؒ، عطاءؒ، داؤدؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ، نخعیؒ، مجاہدؒ، اور ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور ایک جماعتِ صحابہ و تابعین نے حرف " اَوْ " کو اس جگہ تقسیم کے معنی میں لے کر آیت کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ رہزنوں اور رہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بردہ اسلمی سے صلح کا معاہدہ فرمایا تھا۔ مگر اس نے عہد شکنی کی اور کچھ لوگ جو مسلمان ہونے کے لیے مدینہ طیبہ آرہے تھے ان پر ڈاکہ ڈالا۔ اس واقعہ پر جبریل امین جو حکمِ سزا لے کر نازل ہوئے اس کا مطلب یہ تھا کہ

" جس شخص نے کسی کو قتل بھی کیا ہو اور اس کا مال بھی لوٹا ہو تو اُسے قتل کیا جائے اور سُولی چڑھایا جائے۔ اور جس نے صرف قتل کیا ہو اور مال نہ لوٹا ہو اس کو قتل کیا جائے۔ اور جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا ہے اس کے ہاتھ پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دیے جائیں۔ اور جو اُن میں سے مسلمان ہو جائے اُس کا جرم معاف کر دیا جائے اور جس نے قتل و غارت گری کچھ نہیں کی صرف لوگوں کو ڈرایا ہے اس کو جلا وطن کر دیا جائے[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نوعیت کا جرم ہوگا اسی نوعیت کی سزا بھی دی جائے گی۔ نہ چاروں سزائیں اکٹھی دی جا سکتی ہیں اور نہ بغیر کسی امتیاز کے کوئی سی ایک سزا دی جا سکتی ہے، جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ حضرات کا یہی مسلک ہے کہ اگر قطع الطریق کا جرم کرنے والوں نے قتل کیا ہو

[1] بحوالہ تفسیر مظہری ص ۱۰۱ ج ۳ ۔ مائدہ ۔

اور مال نہ لیا ہو تو اُس کی سزا اَنْ یُّقَتَّلُوْا ہے۔ یعنی ان سب کو قتل کیا جائے گا۔ اور قتل کے ساتھ اگر مال بھی لوٹا ہو تو قتل اور سولی دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ اور اگر انہوں نے مال لوٹا ہو مگر قتل نہ کیا ہو تو ان کی سزا اَنْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ ہے۔ یعنی ان کے داہنے ہاتھ گٹوں پر سے اور بایاں پاؤں کے ٹخنے پر سے کاٹ دیے جائیں اور اگر انہوں نے ڈرایا دھمکایا ہو تو ان کی سزا اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ہے۔ یعنی اُن کو قید کر دیا جائے۔[1]

ایک شبہ کا ازالہ بعض حضرات نے اس آیت کو مرتدین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرنے کا ذکر ہے اور محاربہ کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ اس آیت کا تعلق قوم عُرَیْنَہ سے ہے۔ اور وہ مرتد ہو گئے تھے۔

قوم عرینہ کا واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے اونٹوں کے پاس جاؤ۔ اور اُن کا دودھ اور پیشاب پیو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ صحت مند ہو گئے۔ اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے اُونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا جو اُن کو پائے تو اُن کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ دے اور اُن کی آنکھیں نکال کر ان کو دھوپ میں پھینکا جائے۔ یہاں تک کہ وہیں مر جائیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آیت کو مرتدین کے بارے میں خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اس میں مسلمان قُطَّاعِ الطریق بھی شامل ہیں۔ بلکہ ابن عباس اور جمہور کا مسلک تو یہی ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول مسلمان رہزنوں کے بارے میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالک سب حضرات کا یہی مسلک ہے۔ اور یہ کہنا کہ "آیت میں محاربہ یعنی مقابلہ کرنے کا ذکر ہے جو ارتداد کو مستلزم ہے" صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ مُحاربے کا اطلاق مسلمانوں پر بھی ہوا ہے اور اس لفظ سے ان کی عظیم نافرمانی کا احساس دلانا مقصود ہے۔ مثلاً سعد بن قیس سے روایت ہے کہ حارثہ بن بدر نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے محاربہ کیا اور

---

[1] احکام القرآن للجصاص ص ۴۰۸ ج ۲ بیروت۔

وہ زمین میں بدامنی پھیلاتا پھرتا تھا، مگر قبل اس کے کہ اُس کو گرفتار کیا جاتا، اس نے توبہ کر لی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ حارثہ بن بدر نے اللہ اور اُس کے رسول سے محاربہ کیا تھا مگر اس نے گرفتاری سے قبل توبہ کر لی ہے، لہٰذا آپ اس کے ساتھ بھلائی کے سوا اور کوئی معاملہ نہ کریں"۔ اس حدیث میں حارثہ بن بدر پہ لفظ "محاربہ" کا اطلاق ہوا ہے، حالانکہ وہ مرتد نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ انہوں نے گرفتاری سے قبل توبہ کر لی تھی جس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ گرفتاری کے بعد توبہ کرتے تو اُن سے دنیاوی سزا ساقط نہ ہوتی۔ اور اگر وہ مرتد ہو چکے ہوتے تو توبہ سے ہر حالت میں حد ساقط ہوتی۔ خواہ وہ گرفتاری سے قبل توبہ کرتے یا بعد۔ اس مخصوص واقعہ کے علاوہ خود آیت " الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم" سے جو استثناء کیا گیا ہے وہ اس مدعا پر اور زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ اس استثناء میں قبل از گرفتاری توبہ کرنے سے حد کو ساقط کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ مرتد ہوتے تو جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ توبہ سے ہر حالت میں حد ساقط ہو جاتی ہے خواہ توبہ گرفتاری سے قبل ہو یا بعد۔ حالانکہ یہاں گرفتاری کے بعد توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت کا تعلق مرتدین سے نہیں ہے بلکہ قطاع الطریق سے ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا ذمی۔ نیز یہاں آیت میں سزا ہاتھ اور پاؤں کاٹنا بھی بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ سزا مرتد کی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کی سزا تو قتل ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ آیت عُرَینوں کے واقعہ میں نازل ہوئی تھی، یقینی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تو بلاشبہ اسی طرح مروی ہے۔ مگر اس کے سبب نزول میں کافی اختلاف ہے۔ حضرت کلبی نے ابن عباس کے ذریعہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ یہ آیت ابو برزہ اسلمی کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے ایسے لوگوں پر ڈاکہ ڈالا تھا جو اسلام لانے کے ارادے سے آئے تھے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ نے بھی ابن عباسؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس روایت میں قوم عُرَینہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت عُرَینین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر اس روایت میں انہوں نے ارتداد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حضرت قتادہؓ ابن سیرینؒ کے حوالے سے یہ فرماتے ہیں کہ عُرَینین کا واقعہ حدود کے نزول سے پہلے کا ہے اس لیے کہ عُرَینین کی آنکھیں نکال کر اُن کا مُثلہ کیا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں مثلہ کرنے کے حکم کو منسوخ فرما دیا تھا۔ اگر آیت مذکورہ کا تعلق عُرَینین کے واقعہ سے ہوتا تو اس میں آنکھوں کے نکالنے کا بھی حکم ہوتا، حالانکہ اس کا ذکر آیت میں نہیں

ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عُرنیین کا واقعہ آیت کے نزول سے قبل کا ہے۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ اس واقعہ کا تعلق عُرنیین سے ہے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ انہی کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ عام ہے جو تمام محاربین کو شامل ہے[1]۔

فصل چہارم

جرم قطع الطریق کے ثبوت کے بعد اس کے ساقط ہونے کے اسباب

دفعہ ۲۵ | مندرجہ ذیل اُمور میں سے اگر کوئی امر پایا جائے تو حد قطع الطریق ساقط ہوگی[2]۔

۱۔ مجرم گرفتاری سے قبل رہزنی سے توبہ کرے۔

۲۔ مستغیث یہ کہہ دے کہ ملزم کا اقرار جھوٹا ہے۔

۳۔ اقرار جرم کرنے والا اپنے اقرار سے رجوع کرے۔

۴۔ مستغیث گواہوں کو جھوٹا قرار دے۔

۵۔ ملزم مال کا مالک بن جائے۔

حد کے سقوط کے بعد دفعہ ۲۵ پر عمل ہوگا۔

تشریح:۔ ملکیت کے بارے میں اس تشریح کا اعتبار کیا جائے گا جس کا ذکر دفعہ ۱۲ کی تشریح ۲ میں گزر چکا ہے[3]۔

فصل پنجم

(حد قطع الطریق کے ساقط ہونے کے بعد سزا، تاوان اور عدم تاوان کے بیان میں)

دفعہ ۲۵ | (ا) اگر حد اس لیے ساقط ہوئی ہو کہ مجرمین نے گرفتاری سے قبل توبہ کرلی تھی تو اس صورت میں تفصیل

---

[1] تمام بحث دیکھیے احکام القرآن للجصاص الحنفی ص ۴۰۶ تا ۴۰۸ ج ۲ مطبوعہ بیروت۔

[2] بدائع الصنائع ص ۹۶ ج ۷۔ [3] ایضاً

ذیل عمل کیا جائے گا۔

۱۔ اگر انہوں نے صرف مال لیا ہو اور دیگر کوئی جرم نہ کیا ہو تو اس صورت میں اگر مال ان کے پاس موجود ہو تو مستغیث کو واپس کیا جائے گا۔ اور اگر ضائع ہو گیا ہو یا انہوں نے ضائع کر دیا ہو تو ان سے تاوان وصول کر کے مستغیث کو دیا جائے گا۔[1]

۲۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو تو ان میں سے جس نے قتل کیا ہو اس کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر یہ قتل اس نے آلہ جارح یعنی لوہے کے ہتھیار سے کیا ہو تو مقتول کے ورثا کو اختیار ہو گا کہ قصاص کا مطالبہ کر کے اس کو قتل کرائیں یا اس کو معاف کر دیں۔ اگر اس نے یہ قتل لاٹھی یا پتھر کے ذریعے کیا ہو تو قاتل کی عاقلہ پر دیت عائد ہو گی جو وصول کر کے مقتول کے ورثاء کو دی جائے گی۔[2]

۳۔ اگر انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو دونوں جرائم کے جمع ہونے کی صورت میں وہی حکم عائد کیا جائے گا جو الگ الگ کرنے کی صورت میں عائد ہوتا ہے۔[3]

۴۔ اگر انہوں نے مال بھی لیا ہو اور زخمی بھی کیا ہو، یا مال لینے کے ساتھ قتل اور زخم لگانے کا جرم بھی کیا ہو، یا زخمی کیا ہو لیکن نہ مال لیا ہو اور نہ قتل کیا ہو، تو ان صورتوں میں قتل اور مال کے بارے میں مذکورہ شق ۱ و ۲ کی تفصیل کے مطابق سزا دی جائے گی۔ اور زخموں کے بدلے میں اگر قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ دیت کی صورت میں دیت اور حکومتِ عدل کی صورت میں حکومتِ عدل واجب ہو گی۔[4]

۵۔ اگر مجرمین نے نہ قتل کیا ہو اور نہ مال لیا ہو البتہ زخم پہنچا کر ڈرایا ہو تو اس صورت میں اگر قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ دیت کی صورت میں دیت اور حکومتِ عدل کی صورت میں حکومتِ عدل واجب ہو گی اور ان کو تعزیری سزا کے طور پر قید کیا جائے گا۔[5]

دفعہ ۲۵ (ب) اگر حد اس لیے ساقط ہوئی ہو کہ اقراری ملزم نے اقرار سے رجوع کر لیا تھا تو مُقِر کا یہ رجوع مال اور قصاص کے حق میں معتبر نہ ہو گا۔[6]

(ج) اگر حد اس لیے ساقط ہوئی ہو کہ مستغیث نے گواہوں کو یا مُقِر کے اقرار کو جھوٹا قرار دے دیا تھا تو ایسی صورت میں ملزموں کو بری کیا جائے گا۔ اور ان پر کوئی چیز عائد نہ ہو گی۔[7]

[1] بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۲ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً [7] ایضاً ص ۹۱

(د) اگر حد اس لیے ساقط ہوتی ہو کہ رہزنوں کے اندر نابالغ یا مجنون شامل تھا تو دیکھا جائے گا کہ رہزنوں میں سے آیا قتل کا فعل آلہ جارحہ کے ساتھ عاقل اور بالغ سے صادر ہوا ہے یا نابالغ یا مجنون سے؟ پہلی صورت میں مقتول کے ورثاء کو قصاص لینے یا معاف کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور دوسری صورت میں جرم خواہ آلۂ جارحہ کے ساتھ ہو یا بغیر آلۂ جارحہ کے، اس کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر نابالغ یا مجنون نے مال لیا ہو تو وہ مال ادا کرنے کے ضامن ہوں گے۔[1]

(ہ) مال کی ادائیگی کی صورت میں اگر مال موجود ہو تو وہ بعینہٖ مستغیث کو واپس کیا جائے گا۔ خواہ وہ رہزنوں کے قبضہ سے ملے یا کسی اور کے قبضہ سے۔ اور اگر مال میں کوئی تغیر پیدا ہو چکا ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا[2] جو دفعہ ۱۸ میں گذر چکا ہے۔

حد کے سقوط کے بعد قصاص اور مال کا مطالبہ معین سے نہ ہوگا۔

(و) حد کے ساقط ہونے کے بعد قصاص اور مال کی ادائیگی کا مطالبہ صرف جرم کے مرتکب سے ہوگا۔ اس کے مددگار (اعانت جرم کرنے والے) سے نہ ہوگا۔ اس کا اعتبار جس طرح حدِ قطع الطریق کے ساقط ہونے کے بعد کیا جائے گا۔ اسی طرح حد سرقہ کے ساقط ہونے کے بعد بھی کیا جائے گا۔[3]

---

[1] بدائع الصنائع ص ۹۷ ج ۷ [2] ایضاً

[3] المبسوط للسرخسی ص ۱۹۹ ج ۹ والمغنی والشرح الکبیر ص ۳۲۰ ج ۱۰